قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں سورہ قلم (القرآن)

روزنامہ **اوصاف** اسلام آباد

ہمارے ذہن پر چھائے نہیں ہیں حرص کے سائے
جو ہم محسوس کرتے ہیں وہی تحریر کرتے ہیں

جمعۃ المبارک 2 جون 2000ء 28 صفر 1421ھ

جون 2000ء

جنرل پرویز مشرف سے ایک ضروری گزارش

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ دنوں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اعلان کیا ہے کہ آئین کی اسلامی دفعات کو ختم نہیں کیا جارہا اور توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون میں بھی کوئی ترمیم نہیں کی جارہی جبکہ دینی جماعتوں نے پشاور میں مولانا شاہ احمد نورانی کی زیر صدارت منعقد ہونے والے سربراہی اجلاس میں حکومت سے ایک بار پھر مطالبہ کیا ہے کہ آئین کی اسلامی دفعات کو عبوری آئین میں شامل کرنے کے ساتھ ساتھ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں پر عملدرآمد' جمعہ کی چھٹی بحال کرنے' سودی نظام کے خاتمہ' این جی اوز پر پابندی اور دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت بند کرنے کا اعلان کیا جائے ورنہ وہ ایک ہفتہ کے بعد نیا لائحہ عمل طے کرنے پر مجبور ہوں گے۔ دینی جماعتوں اور جنرل پرویز مشرف کے درمیان یہ آنکھ مچولی کافی دنوں سے جاری ہے اور اس کے پیچھے دینی جماعتوں کا یہ احساس پوری شدت کے ساتھ کارفرما ہے کہ چونکہ جنرل پرویز مشرف کے گرد ایسی این جی اوز کے عہدیداروں کا گھیرا ہے جو اب تک پاکستان کو سیکولر ریاست کی شکل دینے' آئین کی اسلامی دفعات کو ختم کرانے' توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کو بدلوانے' عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی دستوری دفعات کو غیر موثر بنانے اور اسلامی قوانین کے نفاذ میں رکاوٹیں پیدا کرنے کے ایجنڈے پر کام کرتی آرہی ہیں۔ اس لئے عبوری آئین میں ان امور کو تحفظ فراہم نہ کرنے سے شکوک و شبہات بڑھتے جارہے ہیں اور دینی جماعتوں کی قیادت ان معاملات کو عبوری آئین کے مستقل فرمان کے ذریعے تحفظ دینے سے کم کسی بات پر مطمئن ہوتی نظر نہیں آتی۔ جبکہ دوسری طرف جنرل پرویز مشرف باربار کہہ رہے ہیں کہ ان کا اسلامی دفعات کو چھیڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور اس سلسلہ میں دینی جماعتوں کے خدشات بے بنیاد ہیں۔

اس سلسلہ میں جنرل پرویز مشرف صاحب کی توجہ کیلئے اس معاملہ کے ایک پہلو پر کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو میرے خیال میں شکوک و شبہات کو بدستور برقرار رکھنے کا باعث بنا ہوا ہے اور اگر جنرل پرویز مشرف اس فضا کو صاف کرنے میں

سنجیدہ ہیں تو انہیں اس پہلو پر فوری طور پر توجہ دینا ہوگی۔ وہ پہلو یہ ہے کہ جنرل پرویز مشرف کے وزراء کے بیانات اور ان کے عملہ کی بعض معاملات میں کارکردگی ان کے اعلانات سے مطابقت نہیں رکھتی جسکی وجہ سے دینی حلقوں کی بے اعتمادی میں کوئی کمی واقع نہیں ہورہی ہے۔ مثلاً "جنرل پرویز مشرف نے اعلان کیا تھا کہ توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کے نفاذ کا طریق کار تبدیل نہیں کیا جارہا اور اس سلسلہ میں مجوزہ ترمیم واپس لی جارہی ہے مگر اس اعلان کے تین روز بعد خود ان کی کابینہ کے وزیر جناب عمر اصغر خان کا یہ ارشاد گرامی قومی اخبارات کی زینت بنا ہے کہ توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کے غلط استعمال کی روک تھام کیلئے کوئی متبادل صورت ضرور اختیار کی جائے گی۔ اس قانون کے نفاذ کے طریق کار میں تبدیلی اور اس کی ایف آئی آر کے اندراج کو ڈپٹی کمشنر کی منظوری کے ساتھ مشروط کرنے کے حق میں سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس قانون میں سزا بہت سخت یعنی موت کی سزا ہے اور عام طور پر اس قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے اس لئے قانون کے غلط استعمال کو روکنے کیلئے طریق کار میں تبدیلی ضروری ہے لیکن ایک عام آدمی جب یہ سوچتا ہے کہ موت کی سزا تو اور بھی بہت سے جرائم میں ہمارے قوانین کا حصہ ہے اور ان قوانین کا غلط استعمال بھی ہمارے معاشرے میں عام طور پر ہوتا ہے پھر ان میں سے طریق کار کی تبدیلی کی بات صرف توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کے حوالہ سے کیوں کی جاتی ہے تو اس عام شہری کے ذہن میں تشویش پیدا ہوتی ہے کہ قانون کے غلط استعمال کی بات محض ایک بہانہ ہے اور اصل مقصد توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کو غیر موثر بنانا ہے پھر ایک قانون دان اس سے آگے بڑھ کر دیکھتا ہے کہ ہمارے ہاں قتل کے جرم میں یہ طریق کار پہلے رائج تھا کہ مقدمہ سیشن کورٹ میں پیش ہونے اور ملزم پر فرد جرم عائد ہونے سے پہلے مجسٹریٹ درجہ اول کے ذریعہ کیس کی چھان بین ہوتی تھی اور اس کے بعد اسے سیشن کورٹ میں پیش کیا جاتا تھا مگر اس طریق کار کو قتل کے مقدمات میں غیر ضروری قرار دیکر ختم کردیا گیا تو اب وہی طریق کار توہین رسالتؐ کے مقدمات میں واپس کیوں لایا جارہا ہے۔ اب اس سلسلہ میں ایک طرف جنرل پرویز مشرف کا اعلان ہے کہ اس قسم کی کوئی ترمیم نہیں کی جارہی اور دوسری طرف ان کے اس اعلان کے بعد ان کے وزیر عمر اصغر خان اس بات پر اصرار کررہے ہیں کہ قانون کے غلط استعمال کو روکنے کیلئے کوئی متبادل طریق کار ضرور اختیار کیا جائے گا تو جنرل پرویز مشرف خود سوچ لیں کہ ان کے اعلان پر عوام اور دینی حلقوں میں اعتماد اور اطمینان کی فضا کس طرح قائم ہوسکتی ہے؟۔

اسی طرح جنرل پرویز مشرف نے گزشتہ روز کہا کہ وہ جمعہ کی چھٹی بحال کرنے پر غور کررہے ہیں لیکن ان کے وزیر داخلہ جنرل (ر) معین الدین حیدر کا یہ ارشاد بھی قومی پریس کے ذریعہ عوام کی نظر سے گزرا ہے کہ جمعہ کی چھٹی کا فیصلہ چونکہ منتخب پارلیمنٹ نے کیا تھا اس لئے ہم اس فیصلہ کو نہیں بدل سکتے۔ اس پر عام لوگوں کی یہ سوچ ایک طرف کہ منتخب پارلیمنٹ کا دیا ہوا پورے کا پورا آئین لپیٹ کر ایک طرف رکھ دینے والوں کو صرف جمعہ کی چھٹی کے بارے میں منتخب پارلیمنٹ کا فیصلہ کس طرح یاد رہ گیا؟ مگر اس سے قطع نظر جنرل پرویز مشرف اتنی بات ضرور سوچیں کہ جمعہ کی چھٹی کے بارے میں ان کے اعلان اور ان کے وزیر داخلہ کے بیان کو سامنے رکھتے ہوئے عوام اور دینی حلقوں میں اعتماد اور اطمینان کی لہر آخر کدھر سے آئے گی؟

اسی طرح جنرل پرویز مشرف کی حکومت کی طرف سے بار بار اعلان کیا جارہا ہے کہ دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت نہیں کی جائے گی مگر عملاً" صورتحال یہ ہے کہ مدارس کے مختلف معاملات کا سروے ملک بھر میں جاری ہے' طلبہ کی چھان بین ہو رہی ہے اور حسابات کی پڑتال کے حوالہ سے مداخلت کا راستہ کھولنے کی کوشش جاری ہے اس سلسلہ میں بطور مثال ایک کیس کا حوالہ دینا چاہوں گا کہ ملک کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے انتظامات کا گزشتہ سال تنازعہ ہوا۔ مہتمم صاحب نے شہر کے علماء' مدرسہ کے معاونین اور مسجد کے

باقی اگلے صفحے پر

بقیہ مولانا زاہد الراشدی

نمازیوں کے تعاون سے مدرسہ کے نظام کو کنٹرول کرلیا اور نئی انتظامیہ قائم ہوگئی جس کے تحت کسی خلل اور نقصان کے بغیر مدرسہ کا نظام چل رہا ہے جبکہ دوسرا فریق سول کورٹ میں چلا گیا ہے جہاں ملک کے مروجہ قانون کے مطابق کیس کی سماعت ہورہی ہے مگر یہ کیس اب ملٹری مانیٹرنگ سیل گوجرانوالہ کے انچارج کی میز پر پڑا ہوا ہے مدرسہ کے منتظمین کی دو دفعہ ان کے سامنے پیشی ہوچکی ہے اور ملٹری مانیٹرنگ سیل کے انچارج صاحب کی خواہش یہ دکھائی دے رہی ہے کہ معروضی حقائق اور سول کورٹ کے مقدمہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ کسی نہ کسی طرح مصالحت کے نام پر مدرسہ کی سابقہ انتظامیہ کو پھر سے مدرسہ کے معاملات میں دخیل کردیں جو ظاہر ہے کہ دباؤ اور مداخلت ہی کی ایک شکل تصور ہوگی۔

جنرل پرویز مشرف صاحب سے گزارش ہے کہ ان کے اعلانات اپنی جگہ مگر انہیں اپنے ساتھیوں کے بیانات اور اپنی مشینری کی کارکردگی پر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ اگر ان میں آپس میں تضاد ہوگا تو ان کا کوئی واضح سے واضح اعلان بھی عوام اور دینی حلقوں میں اعتماد کی فضا بحال نہیں کرسکے گا اور دینی حلقوں کی بے چینی کو کم کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔